(مولانا سید) محمد رابع حسنی ندوی (انڈیا)

بابری مسجد کا المیہ

بابری مسجد کے انہدام کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں جو ہولناک فسادات بلکہ جان و مال کی سفاکانہ تباہی جس طرح ہوئی اس نے اقلیت کے دلوں میں بدامنی و بے اعتباری کے غیر معمولی احساسات پیدا کر دیئے مسلمانوں کو بابری مسجد کے انہدام پر بہت رنج و صدمہ پہنچا تھا وہ اس بات کے متوقع تھے کہ ان کے زخم دل پر کچھ مرہم رکھا جاتا لیکن فسادات نے اور ان فسادات میں ایک طرف مسلمانوں پر مصیبت کے ٹوٹ پڑنے نے اور پھر اس کے بلا کسی خاصی روک ٹوک کے کئی کئی روز تک وحشیانہ طریقہ سے جاری رہنے نے ملک کے انتظامیہ کے متعلق ان کو بہت مایوس کیا اور دنیا کی نظر میں بھی انتظامیہ کا کردار بہت مجروح ہوا انتظامیہ اگرچہ زبان سے زیادہ سے زیادہ ہمدردی ظاہر کرتا رہا لیکن طریقۂ کار بہت ہی مایوس کن ثابت ہوا۔

آج ہندوستانی مسلمان یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ مرکزی حکومت کے وعدوں اور عمل کے درمیان اتنا فاصلہ کیوں ہے حکومت کوئی بھی ہو اگر ذمہ دارانہ اور سنجیدہ طریقہ اختیار کرے تو لاقانونیت کو روک سکتی ہے اس کو کسی بھی سازشی عمل کی اطلاع پہلے سے مل جاتی ہے اس کے امن و امان کے ذرائع اس بات سے باخبر رہتے ہیں کہ ان کے حلقوں میں کون لوگ سازشی ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ سازش کو عمل میں آنے سے قبل اور زیادہ سے زیادہ عمل شروع ہوتے ہی اس کے ذمہ داروں کو سختی سے روک سکتے ہیں اور ان کے روکے جانے پر پورا سازشی عمل رک سکتا ہے بابری مسجد کا انہدام ہو یا بمبئی کا فساد، دونوں میں سے ہر جگہ اس کی قیادت اور رہنمائی کرنے والے حکومت سے باہر نہ تھے اور فساد جاری رہنے کے بعد بھی اس کی آگ کو ایندھن دینے والے حکومت کے علم میں آتے رہے لیکن آگ میں ایندھن ڈالنے سے روکنے کے بجائے آگ کو کم کرنے کے عزائم کا اعلان کرتے رہنے سے آگ نہیں رکتی۔

بمبئی کی تباہی کسی ایک یا دو فرقوں کی تباہی نہیں، بمبئی شہر ہندوستان کا اقتصادی دارالصنعت کی حیثیت رکھتا ہے اس کے آدمیوں، عمارتوں، فرموں، کارخانوں اور دکانوں کی تباہی ملک کے اقتصادی ڈھانچہ

کی بھی تباہی ہے جس کا نقصان ملک کو کئی دہائیوں تک جھیلنا پڑے گا۔ اجودھیا کا واقعہ پھر بمبئی اور احمد آباد کی تباہی کا واقعہ انتظامیہ کی بے تدبیری اور لاپرواہی کی ایسی مثال ہے جو اس کے ذمہ داروں کے تعلق سے عرصہ تک یاد رکھی جائے گی اور ان کی شہرت کو برابر داغدار رکھے گی یہ انتظامیہ ایک طرف تو عدالتی تاکیدوں اور احکامات کی عزت بچا نہ سکی اور دوسری طرف انسانی خون کی ہولی اور زبردست کاروباری مرکزوں کی کاروباری تباہی کو ایک ہفتہ تک کنٹرول کرنے سے عاجز رہی اس کا اثر یہ پڑا کہ ملک کی فرقہ وارانہ فضا کی ابتری میں کمی تو کیا ہوتی وہ اور بڑھ گئی اور ابھی جلد کم ہونے کا امکان بھی کم ہے کیونکہ جو لوگ اس فضا کو برابر خراب کر رہے ہیں ان کے بیانات اور طرز عمل کو بھی اہل اقتدار کی طرف سے تھامنے کی سنجیدہ کوشش نہیں ہو رہی ہے۔

مسلمانوں کی تعداد اس ملک میں اتنی کم نہیں ہے کہ وہ ایسی کوششوں سے فنا کر دیئے جائیں فسادات سے صرف یہ ہوگا کہ جانی و مالی تباہی کا سلسلہ چلے گا پھر تھک کر یا ظلم و زیادتی کی کثرت سے شرما کر لوگ بتدریج تھم جائیں گے لیکن کئی دہائیوں تک وہ کئی طرح کی تباہی کے نتائج بھگتیں گے لیکن کوئی ایک فریق دوسرے فریق کو ختم کرنے کی تمنا پوری نہ کر سکے گا۔

عدم تشدد، رحم دلی، انسانی ہمدردی کی دعوت یا ارادے کے لیے جو عملی فکر مندی بلکہ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہندوستان کے جمہوریت اور عدم تشدد کے دعوے صدا بصحرا سے زیادہ ثابت نہ ہو سکیں گے اور ہندوستان اپنے قائدین آزادی کی جن تمناؤں کے ساتھ آزاد ہوا وہ تمنائیں کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ یہ تو ہوا وہ پہلو جس کا تعلق اکثریت اور انتظامیہ کے افراد سے ہے اور جن کا نقصان ملک کی اقتصادی حالت کو نقصان پہنچنے اور ملک کی انسانی و تاریخی شہرت کے ضائع ہونے سے ہے جس کی فکر حکومت کے ذمہ داروں اور اکثریت کے رہبروں کے کرنے کی زیادہ ہے۔

رہا اقلیت کا معاملہ تو ایک تو ملک کے ساتھ تعلق کے ناطے اس کو اکثریت کے شانہ بہ شانہ فکر کرنا تھا جو انصاف ملنے کی صورت میں خوش دلی کے ساتھ ہوتا اور انصاف نہ ملنے کی صورت میں اس ذمہ داری کی ادائیگی مجروح رہے گی۔

دوسرے اس سنگین حادثہ کی وجہ سے اور اس سے پیدا ہونے والی ہلاکت خیزی کے حال میں اقلیت کے لیے صبر و برداشت کا امتحان ہے لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے تاثر و ناراضی کے اظہار میں اور واقعہ کے ردعمل میں اللہ و رسولؐ کے دکھائے ہوئے راستہ سے ہٹنا نہیں ہے اسی میں مسلمان کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے مسلمان کا کام اللہ کی نصرت سے بنتا ہے اور یہ نصرت اللہ کو راضی رکھنے پر آتی ہے۔

ہم کو اولاً اپنی اخلاقی زندگی اور کارکردگی کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہماری کتنی جد و جہد اخلاص اور سنجیدہ

حکمت عملی کی رہی اور کتنی محض دعووں نعرے دینے کی رہی ہے ہمارے کردار کا کیا حال ہو رہا ہے، کیا ہمارا مسجد سے تعلق ویسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیئے۔ بحیثیت مسلمان کے ہمارا فرض ہے کہ ہم جب حق تلفی یا زیادتی سے متاثر ہوں تو ایسوں سے انتقام ہرگز نہ لیں جو بے گناہ افراد میں سے ہیں۔ ہم غصہ سے ایسے بے خود نہ ہو جائیں کہ ہمارے عمل سے ردعمل کی کوئی نامناسب شکل پیدا ہو جائے۔

بابری مسجد کے انہدام کے اصل مجرم وہ دہشت گرد افراد ہیں جو ہندو فرقہ پرست اور عسکریت نواز جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں پھر ان کو روکنے اور ان کی تخریبی کوششوں پر روک لگانے اور ان کو دبانے میں کوتاہی کرنے والا انتظامیہ ہے ہم کو اپنی ناگواری کے اظہار کو انہیں کے دائرے میں محدود رکھنا چاہیئے اور یہ اظہار بھی پر عزم طریقے سے لیکن عاقلانہ اور دانشمندانہ ہونا چاہیئے ورنہ سوائے صرف بُرا بھلا کہنے اور سہتے رہنے کے ہمارے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

بابری مسجد کے انہدام کے سلسلے میں جو ہوا وہ دستور کی بھی خلاف ورزی تھی اور حکومتوں کی یقین دہانیوں کی بھی خلاف ورزی تھی، اسی طرح مسلمانوں کے مقدمہ کو مضبوطی ملی۔ یہ مقدمہ عدالت کے ذریعہ اور حکومت کے ذرائع سے ہمدردی حاصل کر کے جیتنا ناممکن نہیں اکثریت کے صلح اور جو انصاف پسند افراد کو بھی ساتھ لیا جا سکتا ہے، اس طرح متعصب اور دہشت پسند گروہ الگ تھلگ کیا جا سکتا ہے، حکمت و دانائی کے لحاظ سے یہ طریقہ زیادہ مفید ہے، گرم اور جذباتی طریقہ سے متعصب اور دہشت گرد فریق کے لیے اپنے ہم مذہب ہندو اکثریت اور انتظامیہ کے افراد کو اپنا ہمدرد بنا لینا آسان ہو جائے گا، پھر کچھ ایسی افسوسناک شکل بنے گی کہ ایک طرف فریق مسلمان اقلیت ہے اور دوسری طرف ملک کی اکثریت کے غالب افراد اور انتظامیہ کے غالب افراد جمع ہو گئے ہیں مسلمانوں نے اپنے جوش اور گرمی میں اپنے مخالف فریق کے ساتھ دو مزید طاقتوں کو شریک بنا لیا ہے۔ یہ حکمت و تدبیر کے بالکل خلاف ہے نرم طریقہ کار اور حسن تدبر سے اکثریت کی خاصی تعداد کی ہمدردیاں حاصل کرنا زیادہ مشکل نہ تھا پھر ایسا طریقہ کار جس سے انتظامیہ اور حکومت سے بھی صف آرائی ہو جائے دشمنوں میں اضافہ کرنے کے مترادف تھا۔ اب بھی یہ گنجائش باقی ہے کہ مسلمان اپنے اس مقدمہ میں جو دستور و عام جمہوری اصولوں کے لحاظ سے صحیح ہے اکثریت کے بہت سے انصاف پسندوں کا تعاون لے سکتے ہیں اور انتظامیہ کے بھی بہت سے افراد کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں ایسی صورت میں دیر سویر کامیابی ناممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کے دین و دنیا دونوں اعتبار سے یہ واقعہ کتنا ہی سنگین ہو لیکن مسلمان جس تاریخ کے وارث ہیں اس میں ایسے دھکے پہنچے ہیں، لیکن جب اخلاص اور ہمت اور اسکے ساتھ صحیح حکمت عملی اختیار کی گئی تو نہ صرف یہ کہ حادثات کا مداوا ہوا ہے بلکہ مزید کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن یہ صبر، اتحاد اور مخلص رہبر کی بات مانتے ہوئے اپنی مرضی احکام الٰہی کے تابع کرنے سے ہوئی۔ ✿